آیات قرآنی میں ''شعر وشاعر'' کا مفہوم ومصداق
سیرت نبوی کی ایک جہت کا تحقیقی مطالعہ

اعجاز بشیر
ریسرچ اسکالر، شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

There are some verses in the Holy Quran about poetry and poets, the Mufassireen have written detailed commentary about these verses. But they have generally discussed the poetry as an art, which is the one side of its picture. This resulted into two kinds of opinion and views, one totally denies the poetry as an art, while other one not only permits it but also explains these verses in their exact context. The present writer has a third opinion and view besides these two and here the objective is to explain this view with references so that it may lead the two different opinions to a comment and cleared view.

Key Words: Quran, tafsir,Sha'iry, Sha'ir, She'r and Mantiqi.

قرآن مجید اپنی فصاحت وبلاغت، جامعیت وحجت اور معجزاتی فرامین کی وجہ سے اہل عقل وخرد کے لیے مخزن علوم کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ تعالی نے اس کے ذریعہ اپنی حجت کو تمام کیا اور اِسے ہمیشہ کے لیے کائنات کا ہادی ورہنما قرار دیا ہے، پس دین اسلام کی اہم تعلیمات میں ہمیں نا صرف اس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا بلکہ اہل علم ودانش اور حاملانِ فکر عالی کو اس کے عجائبات و براہین میں غور وخوض کرنے کی عام ہدایت بھی کی گئی جیسا کہ کئی آیات واحادیث میں اس بابت حکم موجود ہے۔ لہٰذا ہمیں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کے ساتھ اس میں تفکر وتدبر کو بھی بروئے کار لاتے رہنا چاہیے تا کہ ارتقاء کی منازل طے اور کامیابی وکامرانی کی نئی راہیں ہموار ہوں۔ اسی لیے ہر دور میں اہل علم حضرات نے اس سمندر کی تہہ میں غواصی کر کے اپنی بساط کے مطابق جواہرات برآمد کیے ہیں لیکن بایں ہمہ کسی نے بھی اُن نوادرات کو آخری وحتمی قرار نہیں دیا بلکہ سب ہی یوں گویا ہوئے ؎

فکر ہر کس بقدرِ ہمت اُوست

قرآن مجید کے شانِ اعجاز میں یہ بھی ہے کہ جب بھی اس میں کسی عنوان کے بارے میں کلام کیا گیا تو اس میں قرآن کا انداز ہ واجبی وروایتی نہیں رہا کہ معلومات کی ایک تفصیل مہیا کر دی اور بس! بلکہ قرآن مجید میں ہر عنوان وکلام حتی کہ ہر لفظ کو ایک وسیع ولا محدود تناظر میں حکیمانہ ومعجزانہ طور پر بیان کیا گیا ہے جس سے ایک طرف تو قاری وسامع کو خطاب کا مقصد باور ہو جاتا جبکہ دوسری

جانب اہلِ علم اِن الفاظ کی لڑیوں کے جڑاؤ کو دیکھ کر اَنگشت بدانداں رہ جاتے ہیں نیز جب اس میں غور وخوض کرتے ہیں تو ان پر مزید معارف وعلوم کے خزائن منکشف ہوتے ہیں، مثلاً:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ، فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (۱)

''اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر اُسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔ پھر ہم نے اُس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک (قطرہ) کیا، پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں، پھر اُن ہڈیوں پر گوشت پہنایا، پھر اُسے اور (نئی) صورت میں اُٹھان دی، تو بڑی برکت والا ہے، اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔'' (۲)

اس آیت میں انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کو بہت سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے جس کے عمومی ترجمے سے ہی سامع خطابِ قرآنی کے بنیادی پیغام پر آگاہ ہو جاتا ہے، لیکن اہلِ علم وفن جب تفکر وتدبر کرتے ہیں تو انہیں اس آیت میں علوم وفنون کی جہات کا تنوع ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے کہ آیت میں لفظِ مبارک ''عَلَقَةً'' ہے، تنہا یہ ایک لفظ اتنی وسعتِ علمی کا حامل ہے کہ اب سے چند دہائیوں پہلے ترقی پانے والا علم الارحام (Embryology) اپنی وسعتوں کے ساتھ اس میں سمٹے ہوئے نظر آتا ہے، رحمِ مادر میں تخلیقِ انسانی کے وہ پوشیدہ اَسرار جن پر صدیوں سے انسانی عقل مطلع نہ ہو سکی اور قیاس آرائیاں ہی کرتی رہی لیکن جب خالقِ حقیقی نے اس کی جانب مخلوق کو راہنمائی دی اور جدید آلات دریافت ہوئے تو تہہ دَر تہہ اس تخلیقی منظر کا جو نظارہ جدید سائنس نے دیکھا اور صدیوں بلکہ ہزاروں سالوں کے اس سربستہ رازِ تخلیق کا جب مشاہدہ ہوا تو تصویر وہی تھی جس کی منظر کشی قرآن مجید نے صدیوں پہلے اس آیت میں اور خاص اس لفظ میں بیان فرمادی تھی۔ پس قرآن مجید کی مجموعی معجزانہ حیثیت تو مسلم ہے ہی لیکن اس کے الفاظ وکلمات بھی اپنی ذات میں بہت سی معجزانہ جہات لیے ہوئے ہیں، لہٰذا اہلِ علم جوں جوں اس میں غور وخوض کرتے جائیں گے، انسانی بساط کی حدود میں اُن پر سے پردے ہٹتے چلے جائیں گے۔ قرآن مجید کی ایسی ہی معجزانہ شان کا ایک نمونہ ''شعر وشاعر'' کے بارے میں وارد اُن آیات کے اندر بھی موجود ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے کہیں تو کفارِ مکہ کی جانب سے قرآن مجید کو ''شعر'' قرار دینے کی تہمت کو ردّ فرمایا، کہیں اپنے حبیب کریم ﷺ پر لگائے جانے والی ''شاعر'' کی تہمت کو رفع کیا اور کہیں ''شعراء'' کی گمراہی وتذبذب کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

پس ایسی آیات کو جب ظاہری طور پر دیکھا جاتا ہے تو ذہن ماحول کی بازگشت میں گونجنے والے ''شعر وشاعر'' کے تصور کی جانب متوجہ ہوتا اور گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ آیات دراصل مقفّیٰ ومسجع کلام کہنے والے تمام ہی شعراء اور اُن کے کہے ہوئے شعر کی مذمت میں ہی نازل ہوئیں ہیں، جس سے ہمارے یہاں قیل وقال اور شعر وشاعری کے بارے میں فضائل ورزائل کی ایک بحث عام ہو چلی ہے۔ (۳) لیکن اگر قرآن مجید کی ان آیات کے بارے میں غور وخوض سے کام لیا جائے تو یہ نتیجہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں

مطلقاً ''شعروشاعر'' کی مذمت بیان نہیں کی گئی بلکہ ایسے مقامات پر قرآن مجید نے اپنی شانِ اعجاز کے مطابق مکہ مکرمہ کی تاریخ میں سے اُس دور کی ایک خاص جہت کو سمو دیا ہے جس میں آپ ﷺ پر تہمتیں لگائی گئیں تھیں، پس رفعِ بہتان کے ساتھ ساتھ قرآن مجید نے معترضین کے اتہامات کی حقیقت اور پس منظر کو اس انداز میں بیان فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان آیات میں ''شعر وشاعر'' سے مراد وہ فنی شعروشاعری نہیں ہے جس میں وزن وقوافی اور لوازماتِ شعری کی رعایت کی جاتی ہے بلکہ یہاں اُن اعتراض کرنے والوں کی جہت اعتراض کچھ اور ہی تھی، جسے ابھی ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

قرآن مجید میں اس عنوان سے متعلق تین کلمات استعمال ہوئے ہیں:۔شعر، شاعر، شعراء۔اِن میں سے " شُعَرَاء" چونکہ ''شاعر'' کی خلافِ قیاس جمع کے طور پر مستعمل ہے اور ''شاعر'' اسم فاعل ہے لہٰذا اصل گفتگو ''شعر'' کے مصداق ومفہوم کے تعین پر موقوف ہے پس جب وہ متعین ہو گیا تو لامحالہ اس کے متعلقات میں اس کا ثبوت بدیہی ہوگا،اس لیے بنیادی طور پر قابل بحث ''شِعْرٌ'' ہے۔اس مقالے میں چونکہ ''شعروشاعر'' کا ذکر آئے گا تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ پہلے ان کی وضاحت زیبِ قرطاس کر دی جائے یعنی لغوی اور اصطلاحی طور پر ان کے کیا معانی ہیں، نیز کس صورت میں اِن الفاظ واصطلاحات کا اطلاق درست ہوگا اور کس میں نہیں، تاکہ تفہیم میں التباس پیدا نہ ہو سکے۔

شعر کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم

امام سیّد مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ اپنی شہرہ آفاق لغت کی کتاب ''تاج العروس من جواہر القاموس'' میں لکھتے ہیں:

''شِعْرٌ'' لغت میں وزن ومعنی کے لحاظ سے ''عِلْمٌ'' کی طرح ہے، بعض نے کہا: شعر دراصل باتوں کی باریکیوں کو جاننے کا نام ہے۔''(۴)

امام مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی متوفی ۸۱۷ھ اپنی کتاب "اَلْقَامُوْسُ المُحِيْط" میں لکھتے ہیں:

''(اصطلاح میں)''شِعْرٌ'' غالب طور پر ایسے منظوم کلام کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں وزن اور قافیہ کے لیے اہتمام کیا گیا ہو، اگرچہ لغوی طور پر ہر علم ''شعر'' ہوتا ہے۔''(۵)

شیعہ عالم، سعید خوری لبنانی شرتونی کی لغت " اَقْرَبُ الْمَوَارِدْ فِی فَصِيْحِ العَرَبِيِّةِ وَالشَّوَارِدْ" میں مذکور ہے:

''شِعْرٌ'' مصدر ہے اور اس کی جمع "اَشْعَارٌ" آتی ہے، اہل عرب کے نزدیک جس کلام میں وزن اور قافیہ کا قصد کیا جائے۔''(۶)

معاصر لغت کی کتاب ''القاموس الوحید'' میں مذکور ہے:

''شِعْرٌ'' ایسا کلام ہے جسے قصداً قافیہ اور وزن پر لایا جائے۔''(۷)

شاعر کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم

شعر کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کے بعد اس اَمر کا تعین بھی ضروری ہے کہ شاعر کو شاعر کیوں کہا جاتا ہے نیز اصطلاحی طور پر کسے شاعر کہا جا سکتا ہے اور کسے نہیں؟ یعنی جس طرح شعر کے لیے صرف اَوزان وبحور اور ردیف وقوافی کے مطابق ہو جانا کافی

نہیں ہے بلکہ کلام کو اُن لوازمات شعری کے مطابق ڈھالنے کا قصد وارادہ ہونا بھی ضروری ہے پس بنیادی طور پر یہی وہ خط امتیاز ہے جو کسی بھی منظوم کلام کے ''شعر'' ہونے یا نہ ہونے کی حتمی دلیل فراہم کرتا ہے، تو کیا شاعر ہونے کے لیے بھی اہل فن نے کوئی حدود مقرر کر رکھیں ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں مندرجہ ذیل اقوال اہمیت کے حامل ہیں۔ امام اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۳ھ "تَاجُ اللُّغة وَصِحَاحُ الْعَرَبِيَّة "میں لکھتے ہیں:

"شَـاعِرْ" کی جمع خلاف قیاس '' شُـعَـرَاء '' آتی ہے اور شاعر کو اس کی ذہانت کی وجہ سے '' شاعر'' کہا جاتا ہے۔'' (۸)

لغت وادب کے مشہور امام، شیخ ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا متوفی ۳۹۵ھ "مُعْجَمُ مَقَايِيْسِ اللُّغة "میں لکھتے ہیں:

'' شاعر کو'' شاعر'' اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے کلام سے (باآسانی) وہ کچھ سمجھ لیتا ہے جو اس کا غیر (سہولت سے) نہیں سمجھ پاتا، اس پر مشہور شاعر "عَـنْـتَـرَة(بـن شـداد عبسـي مضري)" کا یہ شعر بطور دلیل ہے:

هَلْ غَادَرَ الشُّعَرَاءُ مِنْ مُتَرَدَّمٍ　　أَمْ هَلْ عَرَفْتَ الدَّارَ بَعْدَ تَوَهُّمٍ (۹)

امام الائمہ، ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ '' تہذیب الاسماء واللغات'' میں لکھتے ہیں:

شاعر کو '' شاعر'' اِسی صورت میں کہا جائے گا جبکہ وہ اپنے کلام کو جانتے ہوئے، قصد وارادے کے ساتھ، وزن وقافیہ کی رعایت کرتے ہوئے، صادر کرے، پس اگر کوئی شخص ان اَوصاف سے عاری ہو تو وہ '' شاعر'' اور اس کا کلام '' شعر'' قرار دیئے جانے کا حق دار نہیں ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے بغیر قصد وارادے کے مقفّی وموزوں کلام کہہ بھی دیا درایں حال کہ اس کا مقصود شعر کہنا نہیں تھا تو شعراء وعلمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ تو اس کا کلام '' شعر'' کہلائے گا اور نہ ہی اس کے کہنے والے کو '' شاعر'' کہا جائے گا۔ (۱۰)

شیخ محمد تھانوی '' کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم'' میں لکھتے ہیں:

'' شِعْرٌ'' لغت میں مقفّی وموزوں کلام کو کہتے ہیں جیسا کہ منتخب میں مذکور ہے جبکہ اہل عرب کے نزدیک ایسا مقفّی وموزوں کلام جس میں وزن اور قافیہ کا قصد بھی کیا گیا ہو، پس ایسا کلام کہنے والا '' شَـــــاعِـــــرٌ '' کہلاتا ہے، لہٰذا جس نے صرف معانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مقفّی وموزوں کلام کہہ بھی دیا تو وہ '' شاعر'' نہیں کہلائے گا۔ (۱۱)

متذکرہ بالا تعریفات میں '' شعروشاعر'' کے بارے میں لغوی اور اصطلاحی تفصیلات درج کی گئیں ہیں جس کے نتیجے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل عرب اور علمائے علم وفن کے نزدیک '' شعر'' اور '' شاعر'' کی حدود وقیود مقرر ہیں، جن کی رعایت کرنے کے بعد ہی کسی موزوں بلکہ مسجع ومقفّی کلام کو شعر اور اس کے قائل کو '' شاعر'' کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر ان شرائط کی رعایت نہ کی جائے تو کلام کتنا ہی مسجع ومقفّی بلکہ فصیح وبلیغ ہی کیوں نہ ہو اِسے اصطلاحی طور پر '' شعر'' اور نہ ہی ایسا کلام کرنے والے کو

''شاعر'' کہا جائے گا۔

قرآن مجید میں مذکور ''شعر وشاعر'' کا مصداق

پس اب ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو ''شعر'' کے الفاظ مستعمل ہیں، اُن سے مراد اُس مخصوص نظریے کا عنوان ہے جس کی بنیاد پر کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کو ''شاعر'' اور قرآن مجید کو ''شعر'' کہا تھا اور وہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے قرآن مجید کو بطورِ حجت اُن کے سامنے پیش کیا تو وہ اس میں اپنے بتوں کی مذمت اور اپنی گمراہی کے بارے میں سن کر برانگیختہ ہونے لگے، لہٰذا انہوں نے آپ ﷺ کو اس کام سے باز رکھنے کی ہر ممکن پیش کش کی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں درج ہے، پس جب آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ کو جاری رکھا، قرآن کی آیات نازل ہوتیں رہیں اور آپ ﷺ اُن کی تلاوت کر کے انہیں ترغیب وترہیب کی صورت میں اسلام کی جانب آمادہ کرتے رہے تو انہوں نے آپ ﷺ سے سنے ہوئے قرآن مجید کے عنوانات وموضوعات کو ہدفِ تنقید بنانا شروع کر دیا، بالخصوص ایسے موضوعات جن میں جنت کا تذکرہ، حشر ونشر، حساب وجزا، اختتامِ دنیا، کافروں کے لیے دائمی جہنم وغیرہ کی باتیں شامل تھیں تو یہ باتیں چونکہ مابعد الموت اور عالمِ قیامت سے متعلق ہیں جن پر خارجی اور وجودی طور پر مطلع ہونا قبل اَز وقت ممکن نہیں کہ یہ ایمان بالغیب کا تقاضہ کرتی ہیں پس کفار کو القائے شیطانی کی صورت میں یہ بہانہ میسر آ گیا لہٰذا انہوں نے اسی تناظر میں اپنے دیرینہ وبھڑکتے ہوئے عناد کو عملی صورت دی اور تمام تر قوائے باطلہ کو مجتمع کر کے بروئے کار لاتے ہوئے اپنے معبودوں کی مذمت کا بدلہ لینے کے لیے قرآن مجید پر معاذ اللہ ''جھوٹا ہونے'' اور آپ ﷺ پر ''کاذِب ہونے'' کا الزام لگانا شروع کیا اور رفتہ رفتہ یہی روش ان کے عام وخاص میں سرایت کرتی چلی گئی۔

چونکہ اہلِ عرب اس زمانے میں سب سے عمدہ اور بڑا شاعر اُسے گردانتے تھے جو کذب بیانی اور افتراء پردازی میں سب سے بڑھ کر ہوتا تھا، اس بارے میں اُن کا یہ مقولہ مشہور اور قریباً تمام ہی اُمہاتِ کتبِ لغت میں ''شعر'' کے تحت درج ہے: أَحْسَنُ الشِّعْرِ أَكْذَبُهُ یعنی سب سے عمدہ شعر وہی ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مبنی ہو۔ نیز وہ جھوٹی باتوں کے مجموعہ کو ''شعری'' کہتے تھے: حَتَّى سَمَّى قَوْمٌ الأَدِلَّةَ الْكَاذِبَةَ ؛ الشِّعْرِيَّةَ۔ پس کلامِ ربانی کے اُن موضوعات کو سن انہوں نے حسبِ عادت ورواج قرآن مجید کو ''شعر'' یعنی معاذ اللہ جھوٹے کلام کا مجموعہ کہا اور چونکہ آپ ﷺ اسے بیان کرنے والے تھے اس لیے انہوں نے آپ ﷺ کو ''شاعر'' بمعنی جھوٹا قرار دیا۔ معاذ اللہ۔

> امام ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ '' اَلْمُفْرَدَات فِي غَرِيْبِ القُرآن ''میں لکھتے ہیں:
> ''شِعْرٌ'' کا لغوی معنی باریک بینی کو جاننا ہے، اس کی جمع ''اشعار'' ہے، شعر اصل میں بال کو کہتے ہیں اور بال بہت باریک ہوتا ہے، اسی طرح اشعار میں بھی بہت دقیق وباریک مضامین ہوتے ہیں، اسی لیے اُن کو ''شِعْر'' کہتے ہیں، شعر کا اصطلاحی معنی یہ ہے: وہ کلام جو موزوں اور مقفّٰی ہو۔ قرآن مجید میں بعض سورتیں (اور آیات) موزوں ومقفّٰی ہیں، مثلاً:

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَاسِيَاتٍ ۔[السبا:۱۳/۳۴] ، تَبَّتْ يَدَآ اَبِى لَهَبٍ ۔ [اللھب:۱/۱۱۱] اسی طرح دیگر

کچھ سورتیں بھی ہیں، نیز بعض سورتوں کی آیات کے آخری الفاظ بھی ایک وزن پر ہیں، اس وجہ سے کفار مکہ قرآن مجید کو ''شعر'' اور آپ کو ''شاعر'' کہا کرتے تھے'' لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ سارے کا سارا قرآن مجید مسجع ومقفّی تو نہیں اور نہ ہی اس اعتراض سے کفار کا مقصد پورا ہوتا تھا کیونکہ کفار دراصل آپ ﷺ پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے اور اہل عرب ''شعر'' کو جھوٹ سے اور ''شاعر'' کو جھوٹے سے تعبیر کرتے تھے حتی کہ وہ جھوٹے کلام کو ''اشعار'' کہا کرتے تھے''، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے شعراء کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۔ [الشعراء:۲۶/۲۲۴]

''اُن کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔''

اشعار چونکہ بالعموم جھوٹ پر مشتمل ہوتے تھے، اس لیے اہل عرب کہا کرتے: اچھا شاعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔(۱۲)

لغت قریش پر ایک اعتراض اور اس کے چند جوابات

اگر یہ کہا جائے کہ ''شعر'' سے ''جھوٹ'' اور ''شاعر'' سے ''کاذِب'' مراد لینے کی عارضی لغت تو کفارِ مکہ یعنی قریش میں ہی رائج تھی لیکن اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کلام ربانی میں ذکر کیوں کیا گیا، کسی اور لفظ سے اعتراض کا جواب کیوں نہیں دیا گیا؟ تو اس کے چند جواب درج ذیل ہیں جس میں آسان سا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں کیوں کی گنجائش نہیں بس جیسا اُس حکیم وخبیر جل وعلا نے فرمادیا وہی قانون اور اصول بن گیا، اَب اُسی کے پیش نظر حکمتیں متعین ہوں گی، دوسرا جواب بھی واضح ہے کہ معترضین قریش میں سے تھے اور یہ لفظ اُن کے یہاں اسی معنی میں رائج وشائع تھا پس جس طرح نزول قرآن میں اللہ تعالی کی حکمت عالی نے لغت قریش کو شرف بخشا، اسی طرح اسے بھی ذکر فرمادیا گیا تاکہ اذہانِ کفار میں یہ بات اُن کے اپنے اختراعی وخود ساختہ مفہوم کے ساتھ ہی جلد اثر پذیر ہوجائے، تیسرا جواب یہ ہے کہ مقام اعتراض والزام کے ردّ وابطال میں معترض کی ذہنی کیفیت اور اس کی مصطلحاتِ مقبولہ میں جواب دیا جانا زیادہ مؤثر ومدلل ہوا کرتا ہے پس یہاں بھی اُن کی اختراعی اصطلاح کو ملحوظ رکھ کر حکیم مطلق نے ارشاد فرمایا۔ چوتھا جواب یہ ہے، ضروری نہیں کہ شعر سے ایسے معنی کا مراد لیا جانا صرف لغت قریش میں ہی رائج ہو، عین ممکن ہے کہ اُس وقت کے اکثر عرب بھی ایسے معنی ہی مراد لیا کرتے ہوں، کیونکہ شاعری صرف قریش میں ہی نہ تھی بلکہ سارے عرب قبائل ہی اس میں منہمک و مشغول تھے جس کا عملی نمونہ سوق عکاظ وغیرہ میں جمع ہونے پر دکھائی دیتا تھا تو ایسی صورت میں اہل عرب کے یہاں شعر کے جھوٹ کے مترادف معنی میں مستعمل ہونے کا امکان مزید قوی ہوجاتا ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کو ''شاعر'' اور قرآن مجید کو ''شعر'' کسی مخصوص رواجی پس منظر میں ہی کہا تھا نہ کہ اُن کا مطلوب یہ تھا کہ قرآن مجید میں بحور واَوازن اور لوازمات شعری کی رعایت یا اَصنافِ شعری پر کلام کیا گیا ہے تو اس لیے یہ قرآن ''شعری مجموعہ'' ہے۔

ہمارے مصداق کے تعین پر تائیدی دلائل وقرائن

شیخ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ ''تفسیر روح المعانی'' میں قرآن مجید میں وارد ''شاعر'' کے بارے میں نہایت واضح قول نقل

کرتے ہیں جس سے ہمارے متعین کردہ مفہوم کی صریح تائید ہورہی ہے:

وَ قَدْ جَاءَ الشَّاعِرُ بِمَعْنَى الكَاذِبِ ، بَلْ قَالَ الرَّاغِبُ : اِنَّ الشَّاعِرَ فِيْ القُرْآنِ بِمَعْنَى الْكَاذِبِ بِالطَّبْعِ وَعَلَيْهِ يَكُوْنُ قَدْ أَرَادُوْا قَاتَلَهُمُ اللّٰه تَعَالَى (۱۳)

''اور شاعر بمعنی جھوٹا بھی منقول ہے، بلکہ شیخ راغب (اصفہانی) نے تو فرمایا ہے: قرآن میں جو ''شاعر'' مستعمل ہوا ہے وہ طبعی طور پر جھوٹ بولنے والے (عادی جھوٹے) شخص کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے اور کفار اسی معنی میں اسے (آپ ﷺ کے لیے) استعمال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کرے۔''

شیخ آلوسی کی عبارت میں امام راغب اصفہانی کا قول نہایت صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں وارد ''شاعر'' کے مفہوم کو متعین کررہا ہے کہ کفار مکہ آپ ﷺ کو فنی شاعر کے طور پر مطعون نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کا مقصود کذب بیانی کے وصف سے متّصف کرتے ہوئے اپنے خبث باطنی کو تسکین دینا تھا۔ الغرض ''شاعر'' کے بارے یوں تو اکثر مفسرین کرام نے بالعموم فنی شاعر مراد لے کر ہی نفی کرتے ہوئے جوابات ارقام فرمائے جو اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں لیکن شیخ اسماعیل حقی نے اس حوالے سے ایک الگ رائے بھی پیش کی ہے لہٰذا ہم اُسے نقل کررہے ہیں۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے ''تفسیر روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

کفارِ مکہ، قرآن مجید کو ''شعر'' اور آپ ﷺ کو ''شاعر'' کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں: اُن کے خیال میں آپ ﷺ اپنی تبلیغ کے صلے میں اَجر کی توقع رکھتے تھے اور چونکہ ایک شاعر بھی اپنی شاعری کے صلے میں ایسی ہی امید وتوقع رکھتا ہے لہٰذا ان کی نظر میں آپ ﷺ اس معنی میں ''شاعر'' اور قرآن مجید ''شعر'' تھا، اسی لیے قرآن مجید نے اعلان فرمایا: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ۔ [ص:۸۶/۳۸] ''تم فرماؤ، میں اجر نہیں مانگتا۔'' (۱۴)

یہ قول بادی النظر میں نہایت عمدہ اور گہری فکر کا نتیجہ ہے لیکن دلائل وقرائن اس بات کی تائید نہیں کرتے، کیونکہ کفارِ مکہ اگر اسی بات کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ کو ''شاعر'' کہتے رہے تھے تو عملی طور پر اس کا خلاف کیونکر ظاہر ہوا، پھر جبکہ روسائے قریش کی متفقہ پیشکش میں یہ بات بھی روزِ اول سے ہی شامل تھی کہ اگر آپ کو مال و دولت چاہیے تو ہم آپ کے لیے اتنی دولت اکٹھا کردیتے ہیں کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہوجائیں گے اور اگر حکومت چاہیے تو عرب کی سرداری دے دی جائے گی، لیکن آپ ﷺ نے ہمیشہ نفی میں ہی جواب دیا اور انہیں ہدایت کی طرف بلاتے رہے تا آنکہ انہوں نے ایک وقت میں آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب سے بھی کہلوایا جس پر آپ ﷺ نے واشگاف الفاظوں میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: يَا عَمِّ! واللّٰه لَوْ وَضَعُوْا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي وَالقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ ، عَلَى أَنْ أَتْرِكَ هَذَا الأَمْرُ حَتَّى يَظْهَرَهُ اللّٰه أَوْ أَهْلَكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ ۔ یعنی اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیا جائے تو بھی ممکن نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو چھوڑ دوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے معاملے کو ظاہر فرمائے یا اسی میں اختتام ہوجائے۔ (۱۵)

پس جب کفار کی جانب سے کھلی پیش کش بھی آپ ﷺ نے یک لخت مسترد فرمادیں جس میں مال تو مال سرداری تک کی

پیش کش شامل تھی تو بھلا کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ کفار اَب بھی یہی سمجھتے رہے ہوں کہ محمد (ﷺ) مال و دولت کے لیے ایسا کر رہے ہیں اور (معاذ اللہ) پیشہ ورانہ شاعر کی طرح کسی چھوٹے موٹے اور معمولی صلے کی اُمید رکھے ہوئے ہیں، پس یہ بعید اَز عقل بات، تاریخ و حدیث کے قرائن قویہ کے مطابق قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ البتہ قرآن مجید نے جو آپ ﷺ کے لیے اجر نہ لینے کی بات ذکر فرمائی جس کا حوالہ شیخ کی عبارت میں مذکور ہے تو اس کے مطالب جداگانہ ہیں اور جس کی تفصیل تفاسیر معتبرہ میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔ امام فخر الدین رازی نے ''مفاتیح الغیب'' میں اور شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے "الشرف المؤبد لآل محمد" میں اس بابت نفیس کلام ذکر کیا ہے۔

یہ تو ایک ضمنی بات تھی لیکن متذکرہ کلام کے تناظر میں یہاں ایک اور بات قابل غور ہے: کہ آپ ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت فرمایا لیکن ہماری معلومات کے مطابق تاریخ و سیرت کی کسی کتاب میں کوئی ضعیف تر روایت یا شاذ قول بھی اس بارے میں منقول نہیں کہ کفار نے اعلانِ نبوت سے پہلے بھی کبھی آپ ﷺ کو ''شاعر'' کہا ہو۔ نیز قرآن کی اوّلین آیات کے نزول کے زمانے میں بھی غالبًا ایسا کوئی اعتراض نظر نہیں آتا، جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اگر واقعی قرآن مجید اُن کے نزدیک اس معنی میں کوئی فنی و شعری مجموعہ ہوتا جیسا کہ شعراء کا دیوان ہوتا ہے تو وہ اولاً ہی فنی شاعری کی لوازمات و اَصناف کو بنیاد بنا کر اعتراض کر سکتے تھے: ''اے محمد! تم تو ویسے ہی شاعری کر رہے ہو جیسا کہ ہمارے شعراء کرتے آ رہے ہیں پس تم کوئی نئی چیز تو نہیں لائے۔'' لیکن کفار کے ابتدائی ردّ عمل میں ہمیں یہ کیفیت بالکل نظر نہیں آتی، البتہ وہ اس کے نتیجے میں برانگیختہ تو ضرور ہوئے اور شدت کے ساتھ آپ ﷺ کو روکنے کے لیے اقدامات کیے، مختلف معاملات کی پیشکش کیں، مال و زر سے روکنا چاہا، سختی اور تکالیف سے حائل ہوئے، لیکن جب یہ تمام اقدامات کارگر ثابت نہ ہوسکے اور لوگ دین اسلام کی جانب مائل ہونے لگے تب انہوں نے لوگوں کو متنفر کرنے اور باز رکھنے کے لیے مختلف اتہامات کو گھڑنا شروع کردیا، ان کی کچھ تفصیل قرآن مجید نے بھی بیان کی ہے جس کا ذکر آئندہ بھی آ رہا ہے، پس انہی اِتہامات و الزامات بلکہ اِفتراء داریوں کے سلسلے میں سے ایک ''شعر'' بھی تھا اور یہ اُسی معنی میں جس کی وضاحت ہم نے ماقبل پیش کی ہے۔

''شعر منطقی'' کی اصطلاح اور اس کا اطلاق

تحقیق کی روشنی میں قرآن مجید میں ''شعر'' کے مجموعی معنی تو واضح ہوگئے، لیکن سہولت طبع کے لیے اگر ہم اسے کسی ایسی اصطلاح پر منطبق کرنا چاہیں جو مختصر ہو اور قرآن مجید کے ایسے ہی وسیع معنی کی ترجمانی کرنے کی حامل بھی ہو تو اسے ''شعر منطقی'' سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، چونکہ اس میں بھی تخیل اور کذب ہی سے مرکب ہوکر مقدمہ ترتیب پاتا ہے اور قریباً کفار مکہ کا مقصودِ اعتراض بھی قرآن کے بارے میں ایسا ہی تھا لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں ''شعر'' سے مراد مقفّی و موزوں لوازمات شعری کی رعایت رکھنے والا ''شعر'' نہیں ہے بلکہ ''شعر منطقی'' ہے۔ مزید تحقیق سے قبل مناسب ہوگا کہ ہم اولاً ''شعر منطقی'' کی تعریف اور وضاحت پیش کریں اور پھر اس کے تناظر میں اقوال ائمہ و مفسرین سے دلائل مہیا کریں گے تاکہ مدعا واضح اور مصداق قوی طور پر متعین ہوسکے۔ معلم منطق، شیخ بوعلی سینا نے ''کتاب الشفا'' کی ''بحث منطق'' میں لکھا ہے:

''منطقی کی نظر قافیہ اور وزن کی طرف نہیں ہوتی، اس کے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام مُــخَیَّــل (خیالی) ہو۔'' (۱۶)

شیخ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے:

''منطقی کے نزدیک کلام مُخَیَّل ''شعر'' ہے۔'' (۱۷)

علامہ میر سیّد شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) اپنی کتاب ''مُعْجَمُ التَّعْرِيْفَات'' میں لکھتے ہیں:

''شِــعْــرٌ'' کا لغوی معنی ''علم'' ہے، جبکہ اصطلاحی طور پر بااِرادہ صادر ہونے والے مقفّی وموزوں کلام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، بااِرادہ صادر ہونے کی قید سے آیتِ قرآنی: اَلَّذِی أَنقَضَ ظَهْرَكَ ، وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ [الانشراح: ۹۴/۳-۴] خارج ہوجائے گی، کہ یہ کلام موزوں تو ہے لیکن ''شعر'' نہیں ہے کیونکہ انہیں مخصوص اَوزان کی رعایت کے قصد سے نہیں لایا گیا، جبکہ اہلِ منطق کی اصطلاح میں ایسا قیاس جو مُـخَیَّلات (خیالی مقدمات) سے مرکب ہوتا کہ نفس اس کی وجہ سے ترغیب وتحقیر کی جانب مائل ہوسکے۔'' (۱۸)

اسی طرح علمِ منطق کے حوالے سے مرتب کردہ ایک معاصر منطقی لغت ''مَـوْسُـوْعَةُ مُـصْـطَـلَـحَـاتِ عِلْمِ المَنْطِق عِنْدَ العَرَبِ'' میں شعرِ منطقی کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

اَلشِّعْرُ مَا تَأَلَّفَ مِنْ مُقَدِّمَاتٍ مُتَخَيَّلَةٍ لِتَرْغِيْبِ السَّامِعِ فِيْ شَيْءٍ أَوْ تَنْفِيْرِهِ (۱۹)

''شعر وہ ہوتا ہے جو خیالی مقدمات سے مرکب ہوتا کہ سننے والا اس کی وجہ سے کسی شئی میں رغبت کرے یا اس سے متنفر ہو۔''

معاصر لغت ''القاموس الوحید'' میں مذکور ہے:

''شِـعْـرٌ'' مناطقہ (اہلِ منطق) کے نزدیک خیالی اُمور کے مرکب کا نام ہے جس سے ترغیب وترہیب مقصود ہوتی ہے جیسے شاعر کا تخیل۔'' (۲۰)

یہاں تک تو وہ اقوال تھے جن کی روشنی میں شعرِ منطقی کی بنیادی تعریف واضح ہوئی لیکن صرف کسی شئی کا واضح ہوجانا اور بات ہے اور اُسے قرآن مجید کے معاملے میں منطبق کرنا اور بات ہے کہ یہاں مقامِ ادب واحتیاط ہے، اسی لیے جب ہمارے ذہن میں اس اصطلاح کو قرآنی الفاظ کی ترجمانی کے طور پر استعمال کرنے کا خیال مرتب آیا تو تردّد حائل ہوا، اگرچہ موجودہ معاشرے میں ہمیں ہر کس وناکس قرآنی وسعتوں پر لب کشائی کرتا اور اسلاف کی چودہ سو سالہ خدمات کو یک لخت فراموش بلکہ ہدفِ تنقید بناتا نظر آتا ہے لیکن بایں ہمہ ہمیں یہ جرأت نہ ہوسکی اور خدا کرے کبھی نہ ہو، پس ہر چند کہ اس کا مفہوم اُس مصداق میں بالکل صریح اور دلالت قوی تھی لیکن پھر بھی ہم نے اَکابرین واسلاف کے علمی ذخائر میں تلاش شروع کیا تو یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ واقعی ہمارے ائمہ واکابرین نے قرآن وسنت کی تفہیم وتشریح میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور کوئی پہلو تشنۂ تحقیق نہ چھوڑا، لہٰذا ہمیں درج ذیل صریح قول اپنی تائید میں مل گیا، تفسیر کے امام، شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ ''روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

والمراد بالشعر الواقع في القرآن الشعر المنطقي سواء كان مجردا عن الوزن أم لا والشعر المنطقي اكثر ما يروج بالاصطلاحي (۲۱)

''اور قرآن مجید میں جو''شعر'' کا لفظ مذکور ہوا ہے تو اس سے مراد''شعرِ منطقی''ہے، چاہے وہ وزن کے مطابق ہو یا نہ ہو اور شعرِ منطقی مروّجہ اصطلاحی شعر سے زیادہ مستعمل (یا معنوی لحاظ سے زیادہ وسیع تر) ہے۔''

مزید ایک مقام پر تفصیلاً لکھتے ہیں:

"والشعر عند الحكماء القدماء ليس على وزن وقافية ولا الوزن والقافية ركن فى الشعر عندهم بل الركن فى الشعر ايراد المقدمات المخيلة فحسب ثم قد يكون الوزن والقافية معينين فى التخيل فان كانت المقدمة التى تورد فى القياس الشعرى مخيلة فقط تمحض القياس شعريا وان انضم اليها قول اقناعى تركبت المقدمة من معنيين شعرى واقناعى وان كان الضميم اليه قولا يقينيا تركبت المقدمة من شعريّ وبرهانيّ.

قال بعضهم الشعر اما منطقى وهو " المؤلّف من المقدمات الكاذبة " واما اصطلاحى وهو كلام مقفى موزون على سبيل القصد والقيد الأخير يخرج ما كان وزنه اتفاقيا كآيات شريفة اتفق جريان الوزن فيها اى من بحور الشعر الستة عشر نحو قوله تعالى: لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا۔ [آل عمران : ۹۲/۳] ، وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَاسِيَاتٍ۔[السبا : ۱۳/۳٤] ، نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ۔[الصف : ۱۳/٦۱] ، ونحو ذلك وكلمات شريفة نبوية جاء الوزن فيها اتفاقيا من غير قصد اليه " (۲۲)

قدیم حکماء (اہلِ منطق وفلسفہ) کے نزدیک شعر کا وزن اور قافیہ کے مطابق ہونا ضروری نہیں تھا اور نہ ہی ان کے نزدیک وزن وقافیہ شعر کے ارکان میں شمار ہوتے تھے بلکہ ان کے یہاں تو شعر کا رُکن ''خیالی مقدمات'' کو مرتب کرنا تھا اور بس! البتہ کبھی وزن اور قافیہ تخیل میں معاون ہوتے تھے، پس اگر وہ مقدمہ جس میں قیاس شعری کو ترتیب دیا گیا، خیالی ہوتا تو ایسے قیاس کو صرف ''شعری'' اور اگر اس مقدمہ کے ساتھ کوئی واضح دلیل بھی موجود ہوتو ایسی صورت میں مقدمہ''شعری واقناعی'' اور اگر اس کے ساتھ کوئی یقینی برہان بھی شامل ہوتی تو ایسی صورت میں مقدمہ''شعری وبرہانی''قرار دیا جاتا۔

بعض ائمہ نے فرمایا: ''شعرِ منطقی وہ ہوتا ہے جو جھوٹے مقدمات سے مرکب ہو'' جبکہ اصطلاحی شعر وہ کہلاتا ہے جو مقفّی، موزوں کلام ہو اور اسی مقصد کے تحت صادر ہوا ہو، لہٰذا اِس آخری قید سے وہ کلام خارج ہوجائے گا جو اتفاقی طور پر کسی وزن کے موافق ہوجائے جیسا کہ آیاتِ قرآنی میں سے بعض آیات سولہ بحور میں کسی بحر کے وزن کے مطابق اتفاقی طور پر پوری اُترتی ہیں، مثلاً: لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا[آلِ عمران:۹۲/۳] ، وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رَاسِيَاتٍ[سبا:۱۳/۳۴]، نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ [الصّف:۱۳/٦۱] اسی طرح احادیث مبارکہ کے وہ کلمات جو اتفاقی طور پر کسی وزن وبحر کے مطابق ہوں وہ بھی اس قید سے خارج ہوجائیں گے کیونکہ ان میں قصد وارادہ شامل نہیں تھا۔

ان تفصیلات کی روشنی میں ''شعرِ منطقی'' کی تعریف عیاں ہوئی جس کا لبِّ لباب یہی خیالی اور کذب کا مجموعہ ہونا ہے اور کفارِ

مکہ کا اعتراض و افتراء بھی اسی تناظر میں تھا لہٰذا تعبیر کے لیے ہم مذکورہ لفظ قرآنی کو ''شعر منطقی'' کے عنوان میں سمیٹ کر بیان کر سکتے ہیں۔اس کلام کے مکمل ہونے کے بعد اب ہم اجمالی طور پر اُن آیات کو پیش کر رہے ہیں جس میں یہ الفاظ یعنی شعر،شاعر اور شعراء ذکر فرمائے گئے ہیں لیکن اولاً ہم اُن آیات کو ماقبل آیات و مابعد آیات یعنی سیاق وسباق کے ساتھ ذکر کریں گے،صرف متعلقہ مقام نقل نہیں کریں گے تاکہ قرآن مجید کے اُن مقامات کی تفہیم میں اُسلوبِ قرآن براہِ راست معاونت فرمائے اور ہماری متذکرہ بالا تحقیق کی روشنی میں قاری اَزخود کسی نتیجے پر پہنچ سکے،اس کے بعد مفسرین کرام کی تحقیقات کی روشنی میں چند نکات ذکر کریں گے جس سے کچھ آیات کی تفسیری جہت میں غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے،پس قرآن مجید میں کل چھ مقامات پر '' شعر،شاعر،شعراء'' کے کلمات موجود ہیں اور وہ ترتیبِ قرآنی کے اعتبار سے آیات کے ضمن میں حسب ذیل ہیں:

قرآن مجید میں ''شعر،شاعر اور شعراء'' سے متعلق آیات

﴿اِقْتَـرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ o مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَـمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ o لَاهِيَةً قُلُـوْبُهُـمْ ، وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ، هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْـلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ o قَـالَ رَبِّـيْ يَـعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّـمِيْعُ الْعَلِيْمُ o بَـلْ قَـالُـوْٓا اَضْـغَـاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ، فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ o (۲۳)

''لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔جب اُن کے ربّ کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اُسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔اُن کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت (مشاورت) کی کہ یہ کون ہیں،ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں،کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔نبی نے فرمایا: میرا ربّ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو ،اور وہی ہے سنتا ،جانتا۔بلکہ (وہ کفار) بولے: پریشان خوابیں ہیں ، بلکہ ان کی گڑھت (گھڑی ہوئی چیز) ہے، بلکہ یہ شاعر ہیں،(اگر سچے ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے (انبیائے کرام نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے) تھے۔''

﴿ هَـلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ o تَـنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ o يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ o وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ o اَلَـمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ o وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَـفْعَلُوْنَ oاِلَّا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا وَعَـمِـلُـوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ o (۲۴)

''کیا میں تمہیں بتادوں کہ کس پر اُترتے ہیں شیطان۔اُترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر۔شیطان اپنی سنی ہوئی اُن پر ڈالتے ہیں اور اُن میں اکثر جھوٹے ہیں۔اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے

ہیں۔کیاتم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں جونہیں کرتے۔مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہوا، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔''

﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ٥ لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ٥ (٢٥)

''اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ہی وہ ان کی شان کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔''

﴾ إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، يَسْتَكْبِرُونَ ٥ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ٥ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ (٢٦)

''بے شک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُونچے کھنچتے (تکبر کرتے) تھے۔ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے۔بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔''

﴾ فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُونٍ ٥ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ٥ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ (٢٧)

''تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے ربّ کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔یا (جو کفار) کہتے ہیں یہ شاعر ہیں، ہمیں ان پر حوادثِ زمانہ کا انتظار ہے۔تم فرماؤ: انتظار کیے جاؤ، میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں۔

﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ٥ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ٥ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ، قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ٥ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ٥ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ٥ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ٥ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ٥ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ٥ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ٥ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ٥ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ٥ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ٥ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ٥ (٢٨)

''بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں، کتنا کم یقین رکھتے ہو اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو۔اُس نے اُتارا ہے جو سارے جہان کا ربّ ہے اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے۔ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے۔پھر ان کی رگِ دل کاٹ دیتے۔پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔اور بیشک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے۔اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم

میں کچھ جھٹلانے والے ہیں۔اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے۔اور وہ بیشک یقینی حق ہے۔تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے ربّ کی پاکی بولو''

آیاتِ قرآنی کا یہ تسلسل اہلِ علم کو اس بات کی واضح نشاندہی کروا رہا ہے کہ اعتراض کی جہت اور رفعِ الزام کا ایک خاص سیاق وسباق ہے جس سے جدا کر کے اگر ہم صرف متعلقہ مقام کو ہی دیکھیں تو سبب اعتراض مشتبہ ہو جاتی ہے اور یوں اس کا اطلاق فنی شعراء کی جانب لاشعوری طور پر مبذول ہونے لگتا ہے جو سراسر ناحق اور حقائق کے خلاف ہے،لیکن اگر فکرِ عمیق سے جائزہ لیں اور افتراء کے بنیادی اسباب کو بھی پیشِ نظر رکھیں تو تعین آسان اور معاملہ سہل ہو جاتا ہے۔پس یہ تمام آیات اور اِن کی سورتیں مکی دور سے متعلق ہیں،ان تمام ہی آیات کا مکی دور سے متعلق ہونا ہمارے مصداق کے تعین پر بذاتِ خود ایک قوی برہان ہے البتہ سورۃ الشعراء نزول کے اعتبار سے مکی ہی ہے لیکن اس کی مذکورہ بالا آیت مدنی ہے جیسا کہ اس کے شانِ نزول کے بارے میں روایات کو امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب " لُبَابُ النُّقُوْلِ فِي أَسْبَابِ النُّزُوْلِ " میں۔(۲۹) اور دیگر مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے۔لیکن اس ایک آیت کے مدنی ہونے سے ہمارے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ اوّلاً تو اس آیت کے شانِ نزول کی روایات مشہور ہیں جن کا تعلق بے وقوف و گمراہ افراد سے تھا جیسا کہ آگے ہم روایات ذکر بھی کریں گے اور ثانیاً یہ کہ اس آیت میں ''شعروشاعر'' کے الفاظ سے جدا ''شعراء'' استعمال ہوا ہے جس کا مصداق جمہور مفسرین کے نزدیک شعرائے مشرکین واتباع شیاطین ہیں،نیز تمام ہی متعلقہ آیات میں یہ واحد آیت ہے جو مدنی ہے اور اس میں الزام وتہمت کفار کا بیان نہیں ہے،پس بنیادی طور پر یہ مدنی دور کی ایک خاص جہت سے متعلق ہے جس پر یہاں تفصیلی کلام کرنا ہمارا مقصود نہیں۔(۳۰) لیکن اگر یہاں بھی ''شعرِ منطقی'' کے حامل ''شاعر'' کی جمع ہی مراد لی جائے تو پھر کسی تکلف وتاویل کی حاجت باقی نہیں رہتی۔نیز آیات کے شانِ نزول اور مکی ہونے کے پس منظر میں اگر عناوین پر نظر کی جائے تو ہمیں نصوص کا محور یوں مترشح ہوتا نظر آتا ہے۔

......حقانیتِ قرآن کے تناظر میں،کفار کی جانب سے ''شاعر'' ہونے کی تہمت کی حکایت کا بیان۔

......''شعراء'' کی بدعملی کی صورت میں اُن کی گمراہی کا بیان،لیکن اچھے شعراء کا اس حکم سے استثناء۔(مدنی آیت)

......حقانیتِ قرآن کے تناظر میں،آپ ﷺ سے ''علمِ شعر'' کی نفی۔(''شعر'' سے متعلق واحد آیت)

......دعوتِ توحید کے نتیجہ میں کفار کی جانب سے ''شاعر'' ہونے کی تہمت کی حکایت کا بیان۔

......''شاعر'' ہونے کی تہمت کفار کی حکایت کا بیان۔

......حقانیتِ قرآن کے تناظر میں،''شاعر'' ہونے کی تہمت کے باطل ہونے کا بیان۔

ان پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ پر ''شاعر'' اور قرآن مجید پر ''شعر'' ہونے کے حوالے سے جو اتہامات لگائے تھے وہ تخیلاتی،افسانوی اور جھوٹی باتوں کے تناظر میں لگائے تھے،معاذ اللہ۔اُن کا نظریہ جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے یہ تھا کہ قرآن میں جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ دراصل خیالی وافسانوی کہانیاں اور بہرام گور کے قصوں کی مثل ہیں اور چونکہ ان کے نزدیک پورا قرآن ہی جنت،جہنم،میزان،قیامت ایسی خیالی باتوں پر مشتمل ہے لہٰذا یہ تمام گویا ''خیالی مجموعہ'' ہے

جسے ہم نے ماقبل اصطلاحاً ''شعرِ منطقی'' سے تعبیر کیا ہے اور اسے پیش کرنے والے محمد (ﷺ) اس حیثیت سے ''شاعر'' ہے، (معاذ اللہ)

''شعرِ منطقی'' مراد نہ لینے کی صورت میں دلائل و براہین کا فقدان

لیکن اگر بالفرض ہم ان آیات میں ''شعر وشاعر'' کے مصداق کو فنی شاعری میں سے ہی قرار دیں اور ''شعرِ منطقی'' نہ لیں تو اس پر ہمیں کفارِ مکہ کے اعتراضات سے کوئی خاطر خواہ اور یقینی دلیل دکھائی نہیں دیتی، البتہ اس کے خلاف دلائل ضرور نظر آتے ہیں، مثلاً امام الحدیث، ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ''صحیح مسلم'' میں سیّدنا ابوذر غفاری سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں ان کے بھائی اُنیس نے کہا:

إنّ لي حاجة بمكّة فاكْفِني ، فانطلق أُنيس حتى أتى مكة فراث علي ، ثمّ جاء فقلتُ : ما صنعت ؟ قال: لقيتُ رجلًا بمكّة على دينك ، يزعم أنّ اللّه أرسله ، قلت : فما يقول الناس ؟ قال : يقولون : شاعر ، كاهن ، ساحر .وكان أُنيس أحدَ الشعراء ، قال أُنيس : لقد سمعتُ قول الكَهنة فما هو بقولهم ، ولقد وضعتُ قوله على أقراء الشّعْر، فما يلتئِمُ على لسان أحدٍ بعدي ، أنّه شعر، واللّه إنّه لصادق وإنّهم لكاذبون ـ (۳۱)

''مجھے مکہ میں کچھ کام ہے تم لوگ یہیں رہو، پس وہ چلا گیا، کچھ دیر کے بعد آیا تو میں نے دریافت کیا: اتنی دیر کیوں لگا دی؟ اُس نے کہا: میں مکہ میں ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو تمہارے دین پر ہے اور وہ کہتا ہے کہ اللہ نے اُسے رسول بنایا ہے، میں نے پوچھا: لوگ کیا کہتے ہیں؟ اُس نے جواباً کہا: لوگ اُسے شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں۔ اُنیس بذاتِ خود ایک شاعر تھا تو اُنیس نے کہا: میں نے کاہنوں کا کلام سن رکھا ہے اُس کا کلام کاہنوں کی طرح نہیں، نیز میں نے اُس کے کلام کو شعراء کے کلام سے موازنہ کر کے بھی دیکھا پس کسی کی زبان سے بھی ایسا کلام صادر نہیں ہوا لہٰذا اس کلام ''شعر'' بھی نہیں۔ قسم بخدا وہ سچا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔''

اسی طرح کی ایک اور قوی و مضبوط دلیل وہ روایت ہے جس میں خود کفارِ مکہ کے ایک جمِ غفیر نے آپ ﷺ کے فنی شاعر ہونے کی نفی پر اتفاق ظاہر کیا تھا۔ امام الائمہ، جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ ''تفسیر درمنثور'' میں روایت ذکر کرتے ہیں:

''سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب حج کا موسم قریب آیا تو ولید بن مغیرہ (سردارِ قریش) کے پاس قریش کی ایک جماعت آئی اور یہ اُن میں معمر ترین شخص تھا، پس اس نے اُن لوگوں سے کہا: اے گروہِ قریش! موسمِ حج قریب ہے، لوگوں کے وفود آنے والے ہیں اور تم نے محمد کی باتیں بھی سُن رکھی ہیں، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم سب لوگ اُس کے بارے میں کسی ایک موقف پر اتفاق کر لو تاکہ لوگوں کے سامنے تم ایک دوسرے کو جھٹلانے نہ لگو، انہوں نے کہا: آپ ہی کوئی رائے بیان کر دیں، اُس نے کہا: نہیں تم لوگ کہو میں سنتا ہوں، تو انہوں نے کہا: ہم اُسے ''کاہن'' بتائیں گے، ولید نے کہا: وہ ''کاہن نہیں'' کیونکہ ہم نے کاہنوں کو بخوبی دیکھا ہے پس اس میں نہ تو کاہنوں کے اشارے ہیں نہ ہی اُن کی طرح کے

کلام کا نشیب و فراز، پھر انہوں نے کہا: ہم اسے ''مجنون'' بتائیں گے تو ولید نے کہا: وہ'' مجنون بھی نہیں'' کیونکہ ہم نے پاگلوں کو بھی دیکھا ہے اور ہم انہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں، پس اس میں مجنون کی طرح لااُبالی اور رَعشہ پن بالکل نہیں، پھر انہوں نے کہا: ہم اسے ''شاعر'' بتائیں گے، تو ولید نے کہا:

ما هو بشاعر ، لقد عرفنا الشعر كله ، رجزه و هزجه و قريضه و مقبوضه و مبسوطه فما هو بالشعر ۔

''یہ شاعر بھی نہیں ہے، کیونکہ ہم شعر کی تمام اَصناف ، رِجز ، ہزج ، قریض، مقبوض اور مبسوط کو اچھی طرح سے جانتے ہیں، پس اُس کا کلام ''شعر'' بالکل نہیں ہے۔'' (۳۲)

امام موصوف دوسرے مقام پر روایت نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے لیے آیا تو حضور ﷺ نے اُس کے سامنے ''سورۂ فصلت'' کی ابتدائی تیرہ آیات تلاوت فرمائیں، جنہیں سن کر عتبہ واپس پلٹا اور اہلِ قریش سے کہنے لگا: محمد نے مجھ سے ایسا کلام کیا جو نہ تو ''شعر'' ہے اور نہ ہی جادو، وہ تو کوئی عجیب ہی کلام ہے۔'' (۳۳)

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ کفار مکہ نے قرآن مجید پر شعر اور آپ ﷺ پر شاعر ہونے کی جو تہمت لگائی تھی وہ اس فنی اُسلوب کی بنیاد پر نہیں تھی، ورنہ اُنہیں آپ ﷺ کے خلاف لوگوں کو اُکسانے کے لیے کسی اور لیت و لعل سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑتی اور وہ صرف اسی بات کو بنیاد بنا کر شعر و شاعری کے ماہرین سے آراء حاصل کر لیتے اور بطورِ دلیل اُسے استعمال کرتے، پس اُن کے چوٹی کے شعراء تو اپنی جگہ خاص و عام بھی اس بات کو مانتے تھے کہ آپ ﷺ ''فنی شاعر'' نہیں اور نہ ہی قرآن اِس معنی میں ان کی شاعری کا کوئی دیوان ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کو ''شاعر'' اس معنی میں کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ اُن لوگوں کے سامنے جو کلام یعنی قرآن تلاوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک منتشر خیالات اور ایسی افسانوی کہانیاں ہیں، جن کی عملی اور خارجی وجود کے اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں، بس جھوٹی باتوں کا مجموعہ ہے (معاذ اللہ)۔ تو جس طرح ایک شاعر حسن خیال کی بلندی کو بامِ عروج تک پہنچانے کیلئے خیالی اور افسانوی باتوں کی جمع آوری سے اپنے کلام کو ترتیب دے کر آراستہ کرتا ہے تاکہ لوگ اس کے کلام کی ندرت اور نکتہ آفرینی سے متاثر ہوں، اسی طرح محمد (ﷺ) نے بھی ایسی باتیں گھڑ لیں ہیں جن سے لوگ انکے گرویدہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ چونکہ یہ تہمت بھی دراصل ان کی خود ساختہ اور بناوٹی ہی تھی جس پر کوئی دلیل نہ تھی، اسی لیے وہ لوگ صرف عناد کی بنیاد پر اپنی تہمتوں کے پیرائے بھی تبدیل کرتے رہتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید نے ان کی چند تہمتوں کی حکایات کو بیان کیا ہے یعنی انہیں اپنے اتہامات پر ایسا تذبذب کہ کبھی تو قرآن مجید کو ''اضغاث احلام'' کہتے، کبھی ''شعر'' کہتے، کبھی ''اَساطیر الاوّلین'' کہتے، کبھی آپ ﷺ کو ''شاعر'' کہتے، کبھی ''مجنون'' کہتے، کبھی ''سحر'' کہتے اور کبھی ''کاہن'' کہتے تھے۔ اُن کی ایسی ہی حواس باختہ اور متذبذب کیفیت کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

أُنظُرْ كَيْفَ ضَرَبُواْ لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا (۳۴)

''اے محبوب! دیکھو،کیسی کہاوتیں تمہارے لیے بنارہے ہے،تو (یہ کفار ومعترضین) گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے۔''

متعلقہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں چند اہم نکات

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُونَ ۝ مَا يَأۡتِيهِمۡ مِّن ذِكۡرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحۡدَثٍ إِلَّا اسۡتَمَعُوهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمۡ ، وَأَسَرُّوا النَّجۡوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ، هَلۡ هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ أَفَتَأۡتُونَ السِّحۡرَ وَأَنتُمۡ تُبۡصِرُونَ ۝ قَالَ رَبِّی يَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِي السَّمَآءِ وَالۡأَرۡضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الۡعَلِيمُ ۝ بَلۡ قَالُوٓا أَضۡغَاثُ أَحۡلَامٍ بَلِ افۡتَرَاهُ بَلۡ هُوَ شَاعِرٌ ، فَلۡيَأۡتِنَا بِآيَةٍ كَمَآ أُرۡسِلَ الۡأَوَّلُونَ ۝ (۳۵)

''لوگوں کا حساب نزدیک اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔ جب اُن کے ربّ کے پاس سے انہیں کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اُسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے۔ اُن کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورت (مشاورت) کی کہ یہ کون ہیں، ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں، کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔ نبی نے فرمایا: میرا ربّ جانتا ہے آسمانوں اور زمین میں ہر بات کو، اور وہی ہے سنتا، جانتا۔ بلکہ (وہ کفار) بولے: پریشان خوابیں ہیں، بلکہ ان کی گڑھت (گھڑی ہوئی چیز) ہے، بلکہ یہ شاعر ہیں، (اگر سچے ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے اگلے بھیجے گئے (انبیائے کرام نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے) تھے۔

شیخ ابوالقاسم جاراللہ محمود زمخشری معتزلی (متوفی ۵۳۸ھ) ''تفسیر کشاف'' میں سورۃ الانبیاء کی متعلقہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''کفارِ مکہ نے کہا: یہ قرآن جادو ہے، پھر کہا: پراگندہ خواب ہیں، پھر کہا: اپنے پاس سے گھڑا ہوا کلام ہے، پھر کہا: یہ تو شاعر کا کلام ہے، پس باطل اسی طرح تردّد میں مبتلا رہتا ہے۔'' (۳۶)

شیخ قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اپنی تفسیر '' أَنۡوَارُالتَّنۡزِيۡل وَأَسۡرَارُالتَّاوِيۡل'' میں اسی ''شعرِ منطقی'' کے مفہوم کی تائید میں لکھتے ہیں:

ثم إلى أنه كلام شعري يخيّل إلى السامع معاني لا حقيقة لها ويرغبه فيها ۔ (۳۷)

''پھر انہوں (کفارِ مکہ) نے اسے (قرآن مجید کو) شعری کلام قرار دیا، ایسا کلام جس سے خیال، معانی کی جانب مائل ہوتا ہے لیکن (خارجی طور پر) اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۲۷ھ ''تفسیر روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

(بل هو شاعر) وما أتى به شعر يخيل الى السامع معانى لا حقيقة لها ۔(۳۸)

'' قرآن ایسا شعر ہے جو سامع کو معانی کی جانب مائل کرتا ہے حالانکہ ان معانی کی کوئی حقیقت (وجودِ خارجی) نہیں۔''

عام طور پر مفسرین کرام نے ''شعروشاعر'' کے بارے میں جو ابحاث ذکر فرمائیں ہیں اُن کا مرکزی عنوان یہی ہے کہ کفارِ مکہ نے قرآن مجید کی بعض سورتیں اور آیات کو مقفّی وموزوں دیکھ کر آپ ﷺ کو شاعر اور قرآن مجید کو شعر کہا تھا پس حضرات مفسرین کرام نے اپنی عنانِ کلام کو آیاتِ قرآنی کے مقفّی وموزوں ہونے یا نہ ہونے کی بحث کی جانب موڑا اور شواہد ودلائل سے اپنے مدعا کو ثابت فرمایا لیکن محققین علمائے تفسیر نے اس نظریہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی پس اس مقام پر ہم صرف دو بنیادی اور اہم حوالہ جات کو نقل کررہے ہیں تاکہ حقیقت عیاں وآشکار ہوسکے۔

شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۲۷ھ ''تفسیر روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

''بہت سے مفسرین کرام نے فرمایا: کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کو شاعر اس لیے کہا کہ آپ ﷺ جو قرآن مجید لائے تھے اُس کی آیات منظوم، مقفّی اور موزوں تھیں، مثلاً: وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ [السبا:۳۴/۱۳]، تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ [اللھب:۱۱۱/۱]۔''(۳۹)

نیز شیخ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ''تفسیر روح المعانی'' میں چند آیات مع وزن شعری کے لکھی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

- وَلَا تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ ۔ [الاسراء:۱۷/۳۳] ۔''بحر طویل''
- إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ ۔ [القصص:۲۸/۷۶] ۔''بحر مدید''۔(۴۰)
- فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۔(الاحقاف:۴۶/۲۵]۔''بحر بسیط''
- أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ۔ [ہود:۱۱/۶۰]۔''بحر وافر''
- صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔ ([الاحزاب:۳۳/۵۶]۔''بحر کامل''
- وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۔ [التوبۃ:۹/۱۴]۔''بیت تام''۔(۴۱)

شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۲۷ھ مزید لکھتے ہیں: محققین علمائے کرام نے ارشاد فرمایا:

لم يقصدوا هذا المقصد فيما رموه به وذلك انه ظاهر من هذا الكلام انه ليس على اساليب الشعر ولا يخفى ذلك على الاغتام من العجم فضلا عن بلغاء العرب وانما رموه بالكذب فان الشعر يعبر به عن الكذب والشاعر الكاذب ۔ (۴۲)

''کفارِ مکہ کے شاعر کہنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ قرآن مجید کی آیات مقفّی اور موزوں ہیں، اس لیے آپ ﷺ ''شاعر'' ہیں، کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید کا اُسلوب وانداز شعری اَسالیب کے مشابہ ہرگز نہیں ہے اور یہ بدیہی بات جب اہل عجم پر عیاں ہے تو عرب کے بڑے بڑے فضلاء وبلغاء پر بھلا کیسے مخفی رہ سکتی تھی، جہاں تک تہمت لگانے کی بات ہے تو وہ آپ ﷺ کو جھوٹا (اور شاعر) اس لیے کہتے تھے کیونکہ ''شعر'' اکثر جھوٹ پر مشتمل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ''شاعر'' بھی جھوٹا ہوتا ہے (پس وہ شاعر کہنے سے دراصل آپ ﷺ کا جھوٹا ہونا مراد لیا کرتے تھے، معاذ اللہ)۔''

آیات واحادیث کے اتفاقی طور پر کسی وزن شعری کے مطابق واقع ہوجانے سے اصطلاحاً کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی اس

طور پر یہ آیات واحادیث شاعری شمار ہوں گی جیسا کہ ہم نے مقالے کی ابتداء میں تفصیلی طور پر ائمہ علم وفن کے اقوال سے اس پر کلام زیب قرطاس کر دیا ہے، نیز متذکرہ بالا آیات میں سے ترتیب کے مطابق ۴، ۵ اور ۶ کے بارے میں بھی قریباً یہی کلام کافی ہوگا لہٰذا ہم اُن آیات کے تحت الگ سے تفسیری دلائل ونکات کو نقل کر کے مقالے کو طویل نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ o تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ اَثِيْمٍ o يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ o وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ o أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَهِيْمُوْنَ o وَأَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ o إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوْٓا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَo (۴۳)

''کیا میں تمھیں بتادوں کہ کس پر اُترتے ہیں شیطان۔اُترتے ہیں ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر۔ شیطان اپنی سنی ہوئی اُن پر ڈالتے ہیں اور اُن میں اکثر جھوٹے ہیں۔اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہوا،اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔''

اس آیت مبارک کی وضاحت میں اتنا ذکر کردینا ہی کافی ہے کہ شان نزول کے اعتبار سے اس آیت کے مصداق میں مفسرین کرام نے بالاتفاق یہ روایت ذکر کی ہے: امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) ''تفسیر جامع البیان'' میں ذکر کرتے ہیں:

عن عبيد ، قال : سمعت الضحاك يقول في قوله : وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الغاوُونَ۔ [الشعراء :۲٦/ ۲۲٤] ۔ قال : كان رجلان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم : أحدهما من الأنصار والآخر من قوم آخرين تَهَاجَيَا مع كلّ واحد منهما غُواة من قومه ، وهم السُّفهاء ۔ (۴۴)

''یعنی دورنبوی میں ایک انصاری اور کسی دوسری قوم کے شخص کے درمیان ہجو کا معاملہ گرم ہوگیا اور یہ دونوں ہی اپنی قوم کے بے وقوف اور گمراہ قسم کے افراد میں سے تھے تو اللہ تعالی نے اس آیت [اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں] کو نازل فرمایا۔''

نیز مفسرین کرام نے اس آیت میں ''شعراء'' کے مصداق کو متعین کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تفصیلات کو ذکر کیا ہے جس سے اگر بالفرض ''شعرِ منطقی'' کو اس مقام پر مراد نہ بھی لیا جائے تو بھی فنی شعراء اس کی عمومی وعید میں مطلقاً داخل نہیں ہوں گے اور اگر یہاں بھی ''شعرِ منطقی'' ہی مراد لیا جائے جس کے قائل کو ''شاعر'' کہتے ہیں، شاعر کی خلاف قیاس جمع ''شعراء'' ہے جو یہاں ذکر فرمائی گئی ہے تو البتہ پھر کسی توجیہ کی حاجت باقی نہیں رہتی اور ظاہری کلام اپنے منطوق میں علی حالہ باقی رہے گا جس سے فنی شعراء خود بخود خارج ہو جائیں گے اور صرف جھوٹے شعراء اس وعید میں شامل ہوں گے پس اگر کوئی فنی شاعر وصف کذب کا حامل ہو تو اس وصف کی وجہ سے وہ بھی اس وعید میں شامل ہوگا لیکن اگر فنی شاعر جھوٹا نہ ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہی رہے گا اور جہاں تک خاص شعرائے مسلمین کا بیان ہے جن کا کلام اللہ تعالی کی حمد وثنا، نعت رسول اور اسلام کی تبلیغ وحقانیت سے مزین ہوتا ہے تو ایسے شعرائے کرام کو خود اللہ تعالی

نے استثناء کے ساتھ آیت مبارک میں ہی بیان فرمادیا ہے تاکہ دیگر شعرائے دنیاوی سے ان کا مقام جداگانہ رہے، پس یہ استثناء بذاتِ خود مسلمان شعرائے کرام کی تعریف میں ایک مضبوط وقوی دلیل ہے، قرآن مجید کی نص میں ذکر کردہ اس استثناء کو حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے:

عن مولى تميم الداري ، قال : لما نزلت : [وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغاوُونَ] قال : جاء حسان بن ثابت و عبد اللّٰه بن رواحة ، و كعب بن مالك إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ، وهم يبكون، فقالوا : قد علم اللّٰه حين أنزل هذه الآية أنّا شعراء ، فَتَلا النبيّ صلى اللّٰه عليه وسلم : [إلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وعَمِلُوا الصَّالِحاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثيراً وانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ ما ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أيَّ مُنقَلَب يَنْقَلِبُونَ] (۴۵)

''مولیٰ تمیم داری سے روایت ہے: جب آیت [ورشاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں] نازل ہوئی تو حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک (رضی اللہ عنہم) آپ ﷺ کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی یہ آیت مبارک نازل کی ہے اور ہم تو شعراء ہیں؟ تب آپ ﷺ نے آیت (کا دوسرا حصہ بھی) تلاوت فرمایا: [مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہوا، اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے]۔

عن عبد الرحمن بن زيد : قال رجل لأبي : يا أبا أسامة ! أ رأيت قول اللّٰه جلّ ثناؤه :[وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَهِيمُوْنَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝] فقال له أبي : إنما هذا لشعراء المشركين ، وليس شعراء المؤمنين ، ألا ترى أنه يقول: [إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ۝] فقال : فَرَّجت عني يا أبا أسامة فرّج اللّٰه عنك] (۴۶)

''حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں: ایک شخص نے میرے والد سے دریافت کیا: اے ابو اسامہ! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان [اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے] دیکھا ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: یہ مشرکین شعراء کے لیے بیان ہوا ہے، مسلمانوں شعراء کے لیے نہیں، کیا تم نے آگے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا [مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہوا، اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے] تو اس شخص نے کہا: اے ابو اسامہ! آپ نے میری مشکل دور کردی، اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلیں آسان فرمائے۔''

اس آیت کے استثناء کے بارے میں شیخ اسماعیل حقی حنفی (متوفی ۱۱۲۷ھ) نے ''تفسیر روح البیان'' میں (۴۷) شیخ آلوسی

حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے ''تفسیر روح المعانی'' میں (۴۸) متعلقہ مقام پر قریباً یہی بات شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہے۔

بلاشبہ ایسے ہی شعرائے کرام میں حضرات صحابہ کرام مثلاً سیدنا حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، اسی طرح اُمت مسلمہ میں سے شیخ سعدی، مولانا روم، شیخ فریدالدین عطار، شیخ بوصیری، مولانا عبدالرحمٰن جامی وغیرہم سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنے فن شعری کو اسلام و دین کی ترویج واشاعت میں صرف کرتے ہوئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

بہرکیف مذکورہ بالا تفصیل سے اگرچہ کافی حد تک مطلوب واضح ہو چکا لیکن ہم اجمالی طور پر اس آیت میں شعراء کے تعین پر امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) کی ''تفسیر جامع البیان'' سے خلاصہ نقل کر رہے ہیں کیونکہ بنیادی طور پر یہی وہ آیت ہے جسے مطلقاً فنی شعراء (خواہ وہ سچے ہی کیوں نہ ہو) کی مذمت میں دل کھول کر چسپاں کیا جاتا ہے اور خدا جانے کس بات کا اُن سے بدلہ لیا جاتا ہے۔ پس امام طبری ذکر کرتے ہیں:

i۔ اس سے مراد ''شعراء کے رُواۃ'' ہیں۔ ii۔ اس سے مراد ''شیاطین'' ہیں۔

iii۔ اس سے مراد ''شیاطین کے پیروکار'' ہیں۔ iv۔ اس سے مراد ''نافرمان جنات'' ہیں۔

v۔ اس سے مراد ''بیوقوف'' ہیں۔ vi۔ اس سے مراد ''جن وانس کے گمراہ افراد'' ہیں۔

vii۔ اس سے مراد ''کفار'' ہیں۔ viii۔ اس سے مراد ''مشرکین شعراء'' ہیں۔ (۴۹)

آپ نے تفسیر میں اُن تمام ہی اقوال کو احادیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت مبارک میں ''شعراء'' سے مراد کفار ومشرکین کے ایسے شعراء تھے جو اپنے کلام سے اسلام اور قرآن مجید کے خلاف قصائد کہا کرتے تھے پھر ایسے شعراء کے بیہودہ ومشرکانہ قصائد کو لوگ آگے بیان کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو اس سے مزید تکلیف محسوس ہو، نیز ایسے شعراء کے رواۃ اور ناقل صرف انسان ہی نہیں بلکہ بسا اوقات جنات بھی ہوا کرتے تھے، ان کی شاعری کے ایسے کئی نمونے شیخ ابوعبداللہ بدرالدین شبلی حنفی (متوفی ۷۶۹ھ) کی معروف کتاب ''آکام المرجان فی احکام الجان'' میں مذکور ہیں۔ مکی دور میں جنات کی ایسی شرانگیز شاعری کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے:

> ''ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کہ درایں اثنا مکہ کی کسی پہاڑی سے ایک ہاتف نے بلند آواز میں اسلام اور آپ ﷺ کے خلاف چند اشعار پڑھے تو مشرکین مکہ میں اتنا جوش بھر آیا کہ وہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے پھر اللہ تعالی کے حکم سے ایک دوسرے جن نے اس سرکش وشریر جن کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کے قتل کیے جانے کی خبر دی اور فرمایا: میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا ہے پس دوسرے روز یہ مسلمان جن اُسی پہاڑ پر سے مکہ والوں کو اشعار میں آپ ﷺ اور اسلام کی مدح سناتا ہے، لوگ اس کی آواز تو سنتے تھے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔'' (۵۰)

یہاں تک آیات قرآنی میں سے ترتیب گزشتہ کے مطابق ایک اور دو پر کلام مکمل ہوا جبکہ اوّل ہی کے عنوان سے مشابہت رکھنے والی آیات ۴، ۵ اور ۶ پر الگ سے کلام کی حاجت نہیں جس کا اشارہ ماقبل گزر بھی چکا ہے پس باقی آیت نمبر ۳ ہے۔

علم شعر کی نفی اور شعر منطقی کی جہت

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ٥لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ٥ (۵۱)

"اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ ہی وہ ان کی شان کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔ کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔''

اس میں آپ ﷺ سے علم شعر کی نفی کی گئی ہے تو یہ اَمر یعنی علم کا اثبات وعدم اثبات اگر چہ ہماری بحث سے خارج وبعید اور ایک مستقل عنوان ہے لیکن اس کے بارے میں یہاں صرف اتنا ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ اوّلاً تو اس آیت کے صریح مفہوم پر ایمان لاتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جو علوم اپنے حبیب کریم ﷺ کے لیے مناسب جانے، اُن کی تعلیم عطا فرما دی لیکن اس علم کو اپنے محبوب ﷺ کے شایانِ شاں نہ جانا تو اس کی تعلیم بھی نہیں دی، لہٰذا ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالی نے فرمایا، لیکن اگر اس آیت میں شعر سے مراد ''شعر منطقی'' لے لیا جائے تو پھر مفہوم ایک نئی جہت اختیار کر جائے گا، پس ایسی صورت میں آپ ﷺ سے صرف اُس ''علم شعر'' کی نفی مراد ہوگی جو سراسر کذب وجھوٹ پر مشتمل اور کفارِ مکہ کا شیوہ ووطیرہ رہا تھا، مطلقاً فنی شاعری کے علم کی نفی مراد نہ ہوگی، لہٰذا بالقوۃ تو علم کا وجود متحقق ہوگا البتہ بالفعل اِس کا صدور منصب نبوت اور مقاصد تبلیغ کی وجہ سے کبھی ظہور پذیر نہ ہوا۔ آیت قرآنی میں عمیق نظر کرنے سے یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

حوالہ جات وحواشی

۱۔المومنون:۲۳/۱۴

۲۔مولانا احمد رضا خان حنفی، ترجمہ قرآن بنام کنز الایمان، طبع مکتبہ المدینہ، کراچی، سن ندارد۔ نیز مقالہ ہذا میں آیات قرآنی کے بقیہ تراجم بھی اسی سے لیے گئے ہیں، البتہ بریکٹ کے درمیان وضاحتی الفاظ مقالہ نگار کی جانب سے ہیں۔

۳۔شعر وشاعری کا جواز وعدم جواز ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، اس پر طرفین کے دلائل وشواہد کا خاطر خواہ مواد بھی دستیاب ہے، جو حضرات اس کے عدم جواز کے قائل ہیں انہوں نے آیات کے مفہوم کو مطلق رکھا اور ذخائر حدیث سے مخصوص حالات سے مطابقت رکھنے والی احادیث کو اس اطلاق کی تائید میں شامل کر کے مذمت کا حکم مرتب کیا جبکہ جواز کے قائلین نے ان آیات کے مقید ہونے کو پیش نظر رکھ کر احادیث میں سے اپنے موقف کی مؤید روایات کو ترتیب دیتے ہوئے جواز کا حکم فراہم کیا، پس طرفین کی اصل بنیاد قرآن مجید کی متعلقہ آیات ہیں جس کے مطلق ومقید ہونے سے احکام کا تنوع ظہور پذیر ہوا ہے، لیکن ہم نے اس مقالے میں اطلاق وتقیید کی بحث سے ہٹ کر ایک نئی جہت پر کلام کیا ہے، اُمید قوی ہے کہ طرفین کے نزدیک یہ موقف تفہیم کی نئے راہیں ہموار کرے گا۔

۴۔امام سید مرتضی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، مطبع حکومت کویت، سن ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ج ۱۲، ص ۱۷۷

۵۔امام یعقوب فیروز آبادی، اَلْقَامُوْسُ الْمُحِيْط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، طبع ثامن ۲۰۰۵ء، مادۃ: شعر، ص ۴۱۶

۶۔سعید خوری شرتونی، اَقْرَبُ الْمَوَارِدْ فِی فَصِيْحِ العَرَبِيَّةِ وَالشَّوَارِدْ، منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی، ایران، سن ۱۴۰۱ھ، مادۃ: شعر، ص ۵۹۴

۷۔وحید الزماں قاسمی، القاموس الوحید، ادارۂ اسلامیات، لاہور، طبع اوّل ۲۰۰۱ء، مادۃ: شعر، ص ۸۶۸
۸۔شیخ اسماعیل جوہری، تَاجُ اللُّغة وصِحَاحُ العَرَبِيَّة ، دار العلم للملایین بیروت، طبع ثالث ۱۹۸۴ء، مادۃ: شعر، ج ۲ ص ۶۹۹
۹۔شیخ ابوالحسین احمد بن فارس زکریا، مُعْجَمُ مَقَايِيْسِ اللُّغة ، دار الفکر بیروت، طبع ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، ج ۳ ص ۱۹۴
۱۰۔امام نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ادارة الطباعة المنيرية مصر، سن ندارد، ج ۳ ص ۱۶۴
۱۱۔شیخ محمد علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، مکتبہ لبنان ناشرون بیروت، طبع اوّل ۱۹۹۶ء، مادۃ: شعر، ج ۱ ص ۱۰۳۰
۱۲۔امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، دار المعرفۃ بیروت، سن ندادر، مادۃ: شعر، ص ۲۶۲ ملخصاً
۱۳۔شیخ محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سن ندارد، الانبیاء: ۲۱/ ۵، ج ۱۷ ص ۱۰
۱۴۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، مطبع عثمان بک، استانبول، ترکی، طبع ۱۹۲۶ء، الطّور: ۵۲/۳۰، ج ۹ ص ۲۰۰
۱۵۔شیخ ابن ہشام، اَلسِّيْرَةُ النَّبَوِيَّة، تحقیق: مصطفیٰ السقاوغیرہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، سن ندارد، ج ۱ ص ۲۸۵
۱۶۔مولوی نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، طبع اوّل، جون ۲۰۰۱ء، حصہ اوّل، ص ۱۳۱
۱۷۔ایضاً، حصہ اوّل، ص ۱۳۱
۱۸۔امام میر سید شریف جرجانی، مُعْجَمُ التَّعْرِيْفَات، دار الفضیلة، قاہرۃ، سن ندارد، مادۃ: شعر، ص ۱۰۹
۱۹۔مَوْسُوْعَةُ مُصْطَلَحَاتِ عِلْمِ المَنْطِقِ عِنْدَ العَرَبِ، مکتبہ لبنان بیروت، سن ندادر، مادۃ: شعر، ص ۴۸۳
۲۰۔وحید الزماں قاسمی، القاموس الوحید، مادۃ: شعر، ص ۸۶۸
۲۱۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، مطبع عثمان بک، استانبول، ترکی، طبع ۱۳۳۱ھ، یٰسین: ۳۶/ ۶۹، ج ۷، ص ۴۳۰
۲۲۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، یٰسین: ۳۶/ ۶۹، ج ۷، ص ۴۲۹
۲۳۔الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱
۲۴۔الشعراء: ۲۶/ ۲۲۴
۲۵۔یٰسین: ۳۶/ ۷۰۔۶۹
۲۶۔الصافات: ۳۷/ ۳۶
۲۷۔الطّور: ۵۲/ ۳۰
۲۸۔حاقہ: ۶۹/ ۵۲۔۴۰
۲۹۔امام جلال الدین سیوطی، لُبَابُ النُّقُوْلِ فِي أَسْبَابِ النُّزُوْلِ ، مؤسسة الكتب الثقافية بیروت، طبع اوّل ۲۰۰۲ء، ص ۱۹۴
۳۰۔اس موضوع پر ہم نے الگ تحقیقی مقالہ بعنوان ''محمد رسول اللہ ﷺ اور شعر'' لکھا ہے جس میں اس کی ممکنہ جہات اور متعلقہ آیات پر تفصیلی کلام کیا ہے نیز آپ ﷺ سے کتنے اشعار روایات میں منقول ہیں اور ان کی فنی حیثیت کیا ہے؟ ان تمام اُمور کو اس مقالے میں قدرے تحقیق وشرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔
۳۱۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل ابوذر الغفاری، دار الفکر بیروت، طبع اوّل ۲۰۰۳ء، رقم ۲۴۷۳، ص ۱۲۲۸
۳۲۔امام جلال الدین سیوطی، تفسیر در منثور، مرکز ہجر للبحوث والدراسات مصر، طبع اوّل ۲۰۰۳ء، الحجر، آیت ۹۱، ج ۸، ص ۶۵۳
۳۳۔امام جلال الدین سیوطی، تفسیر در منثور، یٰسین، ج ۱۲، ص ۳۲۷
۳۴۔الفرقان: ۲۵/ ۹
۳۵۔الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱

۳۶۔شیخ جاراللہ زمخشری، تفسیر کشاف، مکتبة العبیکان، ریاض، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء، الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱، ج ۴، ص ۱۲۹

۳۷۔شیخ قاضی بیضاوی، أَنْوَارُالتَّنْزِیْل وَأَسْرَارُالتَّاوِیْل، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع اوّل، سن ندارد، الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱، ج ۳، ص ۴۴

۳۸۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱، ج ۵، ص ۴۵۴

۳۹۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱، ج ۵، ص ۴۵۴۔الشعراء ۲۶/ ۲۲۴، ج ۶، ص ۳۱۵

۴۰۔تفسیر ہذا کے محشی نے اسے بحر خفیف شمار کیا ہے۔

۴۱۔شیخ محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، الشعراء ۲۶/ ۲۲۴، ج ۱۹، ص ۱۴۵

۴۲۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱، ج ۵، ص ۴۵۴۔الشعراء ۲۶/ ۲۲۴، ج ۶، ص ۳۱۵

۴۳۔الشعراء: ۲۶/ ۲۲۴

۴۴۔امام ابن جریر طبری، تفسیر جامع البیان، مرکز ہجر للبحوث والدراسات مصر، طبع اوّل ۲۰۰۱ء، الشعراء ۲۶/ ۲۲۴، ج ۱۷، ص ۶۷۵

۴۵۔ایضاً، الشعراء ۲۶/ ۲۲۴، ج ۱۷، ص ۶۸۲

۴۶۔ایضاً، الشعراء ۲۶/ ۲۲۴، ج ۱۷، ص ۶۷۸

۴۷۔شیخ اسماعیل حقی حنفی، تفسیر روح البیان، الانبیاء: ۲۱/ ۵۔۱، ج ۵، ص ۴۵۴۔الشعراء: ۲۶/ ۲۲۴، ج ۶، ص ۳۱۵

۴۸۔شیخ محمود آلوسی، تفسیر روح المعانی، الشعراء: ۲۶/ ۲۲۴، ج ۱۹، ص ۱۴۵

۴۹۔امام ابن جریر طبری، تفسیر جامع البیان، الشعراء: ۲۶/ ۲۲۴، ج ۱۷، ص ۶۷۳۔۶۸۳

۵۰۔امام ازرقی فاکہی، اخبار مکہ، دار خضر بیروت، طبع ثانی، سن اشاعت ۱۹۹۴ء، ج ۴، ص ۱۳، رقم ۲۳۰۷

۵۱۔یٰسین: ۳۶/ ۷۰۔۶۹